معیار: علمی وتحقیقی مجلّہ، شعبۂ اُردو، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد، جلد:۲، شمارہ:۲ جولائی-دسمبر۲۰۱۰ء

یگانہ کے ایامِ آخریں

نجیب جمال*

یگانہ (۱۸۸۴-۱۹۵۶) [۱] کا نام اُردو کے ان شعراء میں شمار کیا جاتا ہے جو اپنے مضامین کی انفرادیت اور لہجے کی صلابت کی وجہ سے پہچانے جاتے ہیں۔ یگانہ کا آبائی وطن تو عظیم آباد تھا مگر وہ ۱۹۰۶ء میں لکھنؤ آ کر آباد ہو گئے تھے ۱۹۱۳ء میں لکھنؤ کے معروف حکیم مرزا محمد شفیع [۲] کی صاحب زادی کنیز حسین [۳] سے ان کی شادی ہوئی۔ ابتداء میں یاس تخلص کیا مگر بعد میں تخلص اور عُرفیت میں تبدیلی آتی گئی۔ عظیم آباد میں تھے تو یاس عظیم آبادی کہلاتے تھے۔ لکھنؤ آنے کے بعد کچھ عرصہ یہی نام لکھتے رہے پھر یاس یگانہ ہو گئے مگر جلد ہی یاس کا استعمال ترک کر دیا اور میرزا یگانہ لکھنؤی لکھنے لگے اور آخر یگانہ چنگیزی ہو گئے۔ نام اور تخلص کی ان تبدیلیوں سے یگانہ کی ساری زندگی کی جدلیات کا خاکہ مرتب ہوتا ہے۔

یگانہ ''ویسے تو خاندانی اعتبار سے مغل تھے۔ آباؤ اجداد فن سپہ گری میں شغف رکھتے تھے۔ لیکن یہ صاحبِ سیف کے بجائے صاحبِ قلم بن گئے..... چنگیز خان سے ان کا خون ملتا تھا یا نہیں لیکن اس کا اندازِ حیات انھیں بہت پسند تھا اور دنیائے ادب میں وہی کردار ادا کرنا چاہتے تھے۔'' [۴] یہ سب احساس برتری کے سبب تھا یا لکھنؤ والوں کی نظر انداز کرنے کی حکمت عملی کا ردِ عمل تھا، اس کی تفصیل کا تو یہ موقع نہیں تاہم شعرائے لکھنؤ سے مسلسل معرکہ آرائی کے نتیجے میں یگانہ کو اودھ اخبار کی ملازمت سے جہاں وہ مدیر [۵] کی حیثیت سے ذمہ داری نبھا رہے تھے، الگ ہونا پڑا۔ اس کے بعد وہ لاہور، اٹاوہ اور علی گڑھ میں اپنا روزگار تلاش کرتے رہے مگر کہیں بھی مستقل بندوبست نہ ہو سکا۔ ''گمان غالب ہے کہ ۱۹۲۷ء کے آخر میں یگانہ حیدر آباد دکن چلے گئے'' [۶] جہاں سے ۱۹۴۲ء میں وہ ۵۵ برس کی عمر میں ریٹائر ہو گئے'' [۷] ریٹائرمنٹ کے بعد یگانہ کو ایک مرتبہ پھر بدترین اقتصادی حالات کا سامنا کرنا پڑا۔ دوارکا داس شعلہ (۱۹۱۰-۱۹۸۳) کے نام لکھے گئے یگانہ کے ایک خط [۸] سے پتہ چلتا ہے کہ ان کی آمدنی کم ہو کر پنشن کے پندرہ روپوں تک محدود ہو گئی تھی۔ ایسے نازک وقت میں شعلہ آڑے آئے اور انھوں نے منہ بولا بیٹا بن کر یگانہ اور ان کے اہل خانہ کی زندگی میں قدم قدم پر نمایاں کردار ادا کیا۔ شعلہ نے اس معاملت کی تفصیل اپنے مضمون ''یہ تیس برس کا قصہ ہے'' میں بیان کی ہے۔ [۹] نیشنل میوزیم کراچی کے مخزونہ مخطوطات میں محفوظ منی آرڈر کی رسیدوں کو دیکھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ شعلہ نے اپریل ۱۹۴۴ء کے بعد گھر کے خرچ کے لیے پچاس روپے ماہ وار باقاعدگی سے بھیجے تھے- حیدر آباد دکن سے شعلہ کے نام یگانہ کے ایک خط سے پتا چلتا ہے کہ انھوں نے ۱۹۴۳ء کے بعد یگانہ کے گھریلو اخراجات

---

* ڈین کلیۂ فنون، اسلامیہ یونی ورسٹی، بہاول پور۔

کی ذمہ داری قبول کی تھی[۱۰]۔شعلہ نے قیامِ پاکستان تک اس دستور کو باقاعدگی سے نبھایا۔وہ ان دنوں لاہور میں مقیم تھے۔قیامِ پاکستان کے بعد لاہور میں ان کا دواؤں کا جما جمایا کاروبار اجڑ گیا تھا۔پنشن لینے کے بعد یگانہ لکھنؤ آ گئے تھے اور پھر اس کے بعد سوائے پنشن کے پندرہ روپے ماہوار، کوئی بندوبست باقی نہ رہا۔تقسیم ہند کا اعلان ہوا تو یگانہ روزگار کے حصول کے لیے دکن میں تھے۔تقسیم کے بعد دکن کے حالات بھی دگرگوں ہوتے گئے۔اور یہ نیم مختار ریاست بھی ختم ہوگئی۔اس اثناء میں یگانہ اوران کے اہل خانہ نے بڑا کٹھن زمانہ دیکھا۔ان کے غم گسار اور چارہ گر شعلہ بھی بالکل تباہ ہوکر لاہور سے دہلی آ گئے تھے۔قیامِ پاکستان کے بعد یگانہ کے دو بیٹے، آغا جان اور مرزا حیدر بیگ اور بڑی بیٹی بلند اقبال بیگم لکھنؤ سے کراچی ہجرت کر گئے تھے۔بلند اقبال کے نام اپنے ایک خط میں یگانہ لکھتے ہیں ''اب لکھنؤ ہے اور ہم دونوں میاں بیوی، اصل بات یہ ہے کہ تمام اولادیں ایک ایک کر کے جدا ہوگئیں، اس صدمے نے تمہاری اماں کی صحت پر خراب اثر ڈالا ہے [۱۱]۔بیگم یگانہ اپنے بچوں کے پاس پاکستان جانے کے لیے بے قرار تھیں بالآخر یہ مرحلہ بھی طے ہوا اور یگانہ لکھنؤ میں تنہا رہ گئے۔ادھر یگانہ کی بیماری میں مسلسل اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔بے بسی اور بے زری کے اس عالم میں انھوں نے بیوی بچوں کے مسلسل اصرار کے باوجود لکھنؤ سے ہجرت کرنا گوارا نہ کیا۔

نومبر ۱۹۵۳ء میں گورنمنٹ آف انڈیا کی جانب سے یگانہ کی اشک شوئی کا سامان کیا گیا۔گورنمنٹ نے انھیں پیرانہ سالی کی بنیاد پر جوش ملیح آبادی (۱۸۹۴-۱۹۸۲) کی سفارش پر ایک سو روپیہ ماہانہ 'گزارہ الاؤنس' دینا منظور کیا۔ یگانہ کے علاوہ جوش ملسیانی (۱۸۸۴-۱۹۷۶) اور بے خود دہلوی (۱۸۶۲-۱۹۶۰) کو بھی یہ الاؤنس دیا گیا۔الاؤنس کی منظوری میں جوش ملیح آبادی کی کوششوں کا دخل تھا، جس کی تفصیل جوش ملسیانی کے کالی داس گپتا رضا کے نام ایک خط میں ملتی ہے۔وہ لکھتے ہیں:

''اب ایک خوش خبری سن لو، مرکزی حکومت نے فنونِ لطیفہ کی سرپرستی کے لیے ایک فنڈ قائم کیا ہے۔اس میں سے اُردو کے تین شعراء کے لیے ان کی ادبی خدمات اور پیرانہ سالی کی بناء پر ڈیڑھ سو روپیہ ماہانہ وظیفہ منظور کرلیا ہے۔یہ یکم نومبر ۱۹۵۳ء سے شروع ہو گا۔ان میں سے ایک تو حضرت بے خود دہلوی منتخب ہوئے ہیں، ایک میرزا یگانہ چنگیزی ہیں، ایک میں۔منظوری کا حکم آ چکا ہے۔اُردو دشمنی کے دور میں یہ ادب نوازی غنیمت ہے۔جہاں تک مجھے علم ہے اس انتخاب کے لیے حضرت جوش ملیح آبادی صحیح طور پر سپاس گزاری کے مستحق ہیں۔کن اصحاب کو منتخب کیا جائے، یہ مشورہ موصوف ہی نے حسب استفسار پیش کیا تھا اور وہی منظور ہوا۔فی الحال یہ ایک سال کے لیے منظور ہوا ہے مگر اس کی بنیاد پیرانہ سالی پر ہے اس لیے امید ہے کہ ایک سال کے بعد بھی اس کی تجدید ہوتی رہے گی۔یہ فیصلہ صدر جمہوریہ کی منظوری سے ہوا۔میرزا یگانہ اگرچہ میرے ہم عمر ہیں اور ستر بہتر سے زیادہ کی عمر نہیں مگر ان کا جسمانی انحطاط فی الواقع ہمدردی کے قابل ہے۔بے خود صاحب تو بانوے سال کے ہو چکے۔''[۱۲] جوش ملسیانی کے خط سے ظاہر ہوتا ہے کہ ڈیڑھ سو روپیہ ماہوار کی منظوری دی گئی تھی مگر یگانہ کے اپنے ایک مداح من موہن تلخ کے نام خط سے پتہ چلتا ہے[۱۳] کہ یہ الاؤنس سو روپیہ ماہانہ تھا۔تلخ ہی کے نام یگانہ کے ایک اور خط سے معلوم ہوتا ہے کہ یگانہ کو اس الاؤنس کے اجراء میں خاصی تاخیر ہوئی جس کا سبب اکاؤنٹنٹ جنرل الٰہ آباد کا رویہ تھا [۱۴]۔دسمبر ۱۹۵۴ء میں الاؤنس کی تجدید کی ضرورت پیش آئی تو یگانہ نے تلخ کو لکھا ''گورنمنٹ آف انڈیا میں میرے الاؤنس کی تجدید کی کارروائی پیش تھی ذرا دریافت کرو کیا فیصلہ ہوا''[۱۵]۔جوش ملسیانی کے کالی داس گپتا رضا کے نام ایک خط سے معلوم ہوتا ہے کہ جولائی ۱۹۵۶ء تک یہ الاؤنس انھیں باقاعدگی سے مل رہا تھا۔وہ لکھتے ہیں ''سرکاری گرانٹ بدستور مل رہی ہے'' [۱۶] گویا

یگانہ کوبھی ان کی وفات ۴فروری ۱۹۵۶ءتک یہ ماہانہ گزارہ الاؤنس ملتا رہا۔

الاؤنس کی منظوری سے قبل ۳۱ مارچ ۱۹۵۳ءکو یگانہ کی سر بازار رسوائی کا واقعہ پیش آ چکا تھا۔[۱۷] یگانہ کے خلاف مسلم ہجوم نے جو پُرتشدد کارروائی کی اس کے بعد یگانہ کو وہاں قیام میں مشکل پیش آ رہی تھی۔اس وقت وہ کرائے کے مکان واقع منصور نگر میں رہائش پذیر تھے۔یگانہ کے ایک خط[۱۸] بنام دوارکا داس شعلہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ۲ جولائی ۱۹۵۳ءتک اسی مکان میں مقیم رہے اور وہاں سے اپنے ہم زُلف شیخ نثار حسین کے مکان واقع محلّہ شاہ گنج چلے آئے جو اپنے بیرونی رنگ وروغن کی وجہ سے 'پیلا مکان' کے نام سے جانا جاتا تھا۔ پیلا مکان، محلّہ شاہ گنج اُٹھ آنے کے بعد یگانہ کو ایک اور دشوار مرحلہ درپیش ہوا۔یگانہ بیگم عارضی پاسپورٹ لے کر یگانہ سے ملنے کراچی سے لکھنؤ آئی تھیں۔اب مسئلہ ان کے انڈیا میں مستقل قیام کا تھا اور اس کے لیے گورنمنٹ آف انڈیا سے اجازت حاصل کرنا ضروری تھی۔گورنمنٹ آف انڈیا، یوپی گورنمنٹ کی سفارش پر منظوری دیتی تھی۔یگانہ بیگم کے ویزا کی مدت ۲ جنوری ۱۹۵۴ءکو ختم ہو رہی تھی مگر اس میں ۱۰ مارچ تک توسیع ہوگئی تھی۔یگانہ نے شعلہ کو خط میں لکھا ''اچھا بھائی گورنمنٹ آف انڈیا منظوری دے گی تو پھر تم اور جوش مل کر جلد منظوری حاصل کرنے کی تدبیر کرو۔مہلت تو یہاں بہت کم ہے یعنی ۱۰ مارچ کو خدانخواستہ بیگم کو روانہ ہو جانا چاہیے''۔[۱۹] اسی کشمکش میں ۱۰ مارچ بھی گزر گئی اور اب زائد قیام (Over stay) کا مسئلہ اُٹھ کھڑا ہوا، یگانہ نہایت بےچینی کے عالم میں شعلہ کو لکھتے ہیں ''نہ جانے بیگم کا (Over Stay) کتنی پریشانی کا باعث ہوگا مگر میں کیا کروں اور کوئی کیا کرے''۔[۲۰]

یگانہ کی بیماری میں مسلسل اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔لکھنؤ کی زمین ان پر تنگ ہوگئی تھی۔اس عالم میں بھی انھوں نے بیوی بچوں کے مسلسل اصرار کے باوجود لکھنؤ سے ہجرت کرنا گوارا نہ کیا۔بیگم یگانہ۔اگرچہ یگانہ کی شرپسندوں کے ہاتھوں ہونے والی تذلیل کے بعد لکھنؤ پہنچی تھیں مگر اس کے بعد پیش آنے والے واقعات میں وہ یگانہ کے ساتھ ساتھ تھیں۔تمام لکھنؤ کی طرف سے یگانہ کا سوشل بائیکاٹ جاری تھا- ان حالات میں یگانہ کی خانگی زندگی بھی متاثر ہوئے بنا نہ رہ سکی، جس کے نتیجے میں یگانہ اکیلے ہی پیلا مکان، شاہ گنج سے نکل کھڑے ہوئے اور چوک نخاس، شاہ گنج میں شہنشاہ حسین وکیل کا مکان کرائے پر لے کر مولانا ناصر حسین کے مکان کے سامنے رہنے لگے۔[۲۱] مولانا ناصر حسین کا تعلق لکھنؤ کے معروف خاندانِ اجتہاد سے تھا وہ جس گلی میں رہتے تھے اسے ان کے خاندان کی رعایت سے ''جناب کی گلی'' کہا جاتا تھا۔

اس عرصہ میں بیگم یگانہ کا قیام بدستور اپنی ہمشیرہ ذاکیہ بیگم کے یہاں پیلا مکان شاہ گنج میں رہا، تاہم اس صورتِ حال میں بھی یگانہ نے اپنی بیگم کے مستقل قیام کی کوششیں جاری رکھیں۔تلخ کے نام یگانہ کے جو خطوط 'ساقی' کراچی میں جون ۱۹۵۵ءسے ستمبر ۱۹۵۵ء تک چار شماروں میں قسط وار شائع ہوئے ہیں ان سے اس سلسلے میں کی جانے والی کوششوں کا علم ہوتا ہے۔یگانہ نے شدید بیماری کے عالم میں اپنے احباب کی مدد سے بالآخر اپنے مقصد میں کامیابی حاصل کی۔اپنے ایک خط میں شعلہ کو لکھتے ہیں ''۲۱ جون کو خفیہ پولیس کا ایک جوان اِک سرکاری مراسلہ بیگم کے دستخط کے لیے لایا جسے سرسری طور پر دیکھ کر معلوم ہوا کہ گورنمنٹ آف انڈیا نے انھیں ہندوستان میں رہنے کی اجازت دی ہے۔شکر ہے'' یگانہ۔[۲۲]

بیگم یگانہ کو مستقل قیام کی اجازت ملنا یگانہ کی آخری عمر میں ایک بڑا مرحلہ تھا جو طے ہوا۔اس سے فراغت پا کر یگانہ کو اپنے مسودات کی اشاعت کی فکر ہوئی۔ وہ اپنے مسودات شعلہ کو بھیج چکے تھے اور انھیں آکسفورڈ سے چھپوانا چاہتے تھے۔شعلہ کے نام اپنے

خطوط میں یگانہ بار بار اصرار کرتے ہیں کہ ان مسودات کو آکسفورڈ بھیج دیا جائے۔ اس کتاب کے متعلق قاضی عبدالودود لکھتے ہیں ''انھوں نے ایک ضخیم کتاب اسلام کے خلاف لکھی تھی۔ یہ دوار کا داس شعلہ کے پاس ہے۔ ان کی وصیت تھیں کہ آکسفورڈ بھیج دی جائے مگر شعلہ نے وصیت پر عمل چند سال قبل تک تو نہیں کیا تھا بعد کا حال معلوم نہیں، لچر سی کتاب تھی۔[23] شعلہ نے یگانہ کے انتقال کے بعد یہ مسودہ یگانہ کی منجھلی صاحب زادی مریم بیگم کے حوالے کر دیا تھا جو پونہ میں رہتی تھیں۔ بلند اقبال بیگم کے مطابق مریم بیگم نے اسے تلف کر دیا تھا۔[24]

یگانہ کے کم و بیش تمام مضمون نگاروں نے ان کی دماغی حالت پر شبہ کا اظہار کیا ہے۔ خود یگانہ کے آثار و احوال سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے۔ محمد طفیل مدیر نقوش، یگانہ سے ایک ملاقات کے حوالے سے ان کی جسمانی اور دماغی حالت کے بارے میں لکھتے ہیں ''اکھڑی سانسوں میں ہڈیوں کا ڈھانچہ، ایک کمرے میں بند، چند ٹوٹی پھوٹی اور بے ترتیب سی چیزوں کی موجودگی میں میرزا صاحب ایک چارپائی پر بیٹھے باتیں کرتے رہے۔ اتنے باکمال شاعر کو یوں خستہ حال دیکھ کر بڑا صدمہ ہوا...... میرا تو خیال ہے کہ وہ مدت سے اپنے حالات کے قطعی ناموافق ہونے کی وجہ سے اپنا ذہنی توازن کھو چکے تھے''۔[25] خود یگانہ نے جو اب شدید بیماری کے باعث ''جناب کی گلی'' سے ایک مرتبہ پھر اپنے ہم زُلف شیخ نثار حسین کے گھر منتقل ہو گئے تھے، اپنے ایک خط میں تلخ کو لکھا ''گھڑی بھر میں دل و دماغ کی حالت کچھ سے کچھ ہو جایا کرتی ہے''۔[26] مئی ۱۹۵۵ء میں بلند اقبال والد اور والدہ سے ملنے لکھنؤ گئیں ان کا کہنا ہے ''بھائی ابا کی دماغی حالت متوازن نہیں تھی گھڑی میں بگڑ جاتے اور سارا غصہ اماں کی جان پر اُتارتے''۔[27]

بلند اقبال ۱۴ جون ۱۹۵۵ء کو لکھنؤ سے واپس ہوئیں اور ۱۵ جون کو یگانہ اپنے دیرینہ دوست پروفیسر مسعود حسن رضوی ادیب کے گھر ''ادبستان'' (واقع دین دیال روڈ) میں اُٹھ آئے[28]۔ ادیب نے انہیں مالی کی کوٹھڑی رہنے کو دے دی تھی۔[29] یگانہ کا ادیب کی وسیع و عریض کوٹھی میں مالی کی کوٹھڑی میں قیام کرنا ادیب کے بارے میں بدگمانی پیدا کرتا ہے۔ راقم نے اس سلسلے میں ایک مکتوب کے ذریعے ان کے صاحبزادے ڈاکٹر نیر مسعود سے استفسار کیا تو انھوں نے جواب میں تحریر کیا۔ ''والد مرحوم اپنے مہمانوں کو اپنے کمرے میں ٹھہراتے تھے۔ یگانہ کو بھی انھوں نے وہیں ٹھہرنے کی دعوت دی تھی لیکن وہ راضی نہیں ہوئے۔ لان میں مالی کے کوارٹر کے آگے چھپر ڈلوانے کے پیسے بھی انھوں نے والد صاحب کے سخت انکار کے باوجود خود ادا کیے''۔[30]

نیر مسعود نے اپنے مضمون ''میرزا یگانہ (بہ حوالہ ادیب)'' میں یگانہ کے ''ادبستان'' میں قیام کے کچھ واقعات بھی تحریر کیے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں ''وسط جون ۱۹۵۵ء میں یگانہ ''ادبستان'' آ گئے۔ وہ بیمار تھے اور کسی مناسب خدمت گار کے لیے پریشان تھے۔ میں نے اس زمانے میں ان کے پاس دو ملازم دیکھے ایک تو بزرگ نما آدمی تھے اور دوسری ایک بوڑھی عورت۔ یہ عورت کبھی کبھی گھر کے اندر آ کر بیگم ادیب سے یگانہ کی تندمزاجی کی شکایتیں کرتی تھی۔ ایک بار وہ روتی ہوئی آئی کہ یگانہ خود ہی اس سے بدن دبانے کو کہتے ہیں اور جب وہ دبانے لگتی ہے تو اسے دور دھکیل کر کہتے ہیں ''بھاگ جا بھاگ جا تو جوان ہے جوان۔ بزرگ نے بھی ادیب کے ذاتی ملازم جانی مرزا سے شکایت کی کہ یگانہ ان کی ڈاڑھی پر اعتراض کرتے ہیں''۔[31]

''ادبستان'' میں یگانہ کا قیام ایک ماہ چوبیس دن رہا۔ ۹؍ اگست کو انھوں نے کوارٹر چھوڑ دیا اور شدید بیماری کی حالت میں پیلا مکان شاہ گنج منتقل ہو گئے جہاں ان کی بیگم مقیم تھیں۔ جاتے ہوئے ادیب کے نام یہ رقعہ لکھا، ''موسم کی سختیوں نے مرض کی شدت کو اور

بڑھا دیا رات بھر آگ جلاتا رہا طبیعت بے حال رہی ۔ چلتے وقت آدمی سے کہہ دیا کہ صاحب کو میرے جانے کی اطلاع کر دینا غالبًا اطلاع ہوگئی ہوگی ۔ زیادہ اس وقت کیا عرض کروں'' ۔[۳۲] شعلہ کو خط میں لکھا ''وہاں پروفیسر مسعود حسن کے باغ میں چھپر ڈال کر ایک مہینہ چوبیس دن رہا مگر برسات کا زور بندھا تو پھر میں زمین پر نہ تھا آب و گِل میں پڑا تھا اور مرض کی شدت نے اور پریشان کیا تو آخر مجبور ہو کر ۱۹ اگست کو پھر یہاں چلا آیا۔ کیا کہوں صبح سے شام اور شام سے صبح کیوں کر ہوتی ہے۔ دن میں کئی بار حالت خراب ہوتی ہے۔ وہ تو چالیس برس کا ساتھ چھوڑ کر ۲ ستمبر کو کراچی روانہ ہوگئیں'' ۔[۳۳]

یگانہ کو سب سے زیادہ دکھ بیگم کے اس حال میں انہیں یوں چھوڑ کر چلے جانے کا ہوا۔ ان کے ہندوستان میں قیام کے لیے یگانہ نے کیا کیا پاپڑ نہیں بیلے تھے۔ یگانہ نے کرب کی یہ داستان آغا جان کے نام اپنے خط میں رقم کی ہے، خط سے یگانہ کے شب و روز کی حقیقت کا علم بھی ہوتا ہے وہ لکھتے ہیں۔ ''جھونپڑی ڈال کر رہنے کا واقعہ یوں ہے کہ تمہاری اماں نے مجھے اتنا عاجز کیا کہ میں تنگ ہو کر پروفیسر مسعود حسن صاحب کے باغ میں ایک حجرے میں (آگے چھپر ڈال کر) جا کر ٹھہر گیا۔ ۱۴ جون کو حسن بانو یہاں سے روانہ ہوگئیں اور ۱۵ جون کو میں مسعود صاحب کے یہاں چلا گیا۔ آخر جولائی سے بارش کی شدت ہونے لگی اور یہاں طبیعت کا یہ حال کہ دو قدم چل نہیں سکتا، پیٹ میں سانس نہیں سماتی، گھڑی گھڑی نڈھال ہو کر پلنگ پر کروٹیں بدلتا رہتا ہوں۔ ایک بڈھا نوکر مل گیا تھا جو خبر گیری کرتا تھا مگر جب وہ کھانے پینے کے لیے باہر چلا جاتا تھا تو پھر میں اکیلا رہ جاتا تھا پھر خدا یاد آتا۔ آس پاس کوئی نہیں جب حالت زیادہ خراب ہو گئی تو پھر میں یہیں پہلے مکان میں واپس آ گیا۔ نثار حسین صاحب نے مجھے ہاتھوں ہاتھ لیا۔ خدا انھیں خوش رکھے مگر تمہاری اماں میری اس چند روزہ زندگی سے اتنی بے زار ہیں کہ میرا ساتھ رہنا انھیں گوارا ہی نہیں تم یہاں کیوں آئے ہو؟ میرے ٹھکانے پر کیوں آئے؟ جب جانتے تھے کہ میں یہاں رہتی ہوں تو کیوں آئے؟ (کرایہ کے مکان سے) میں شہنشاہ حسین وکیل کے مکان میں مولانا ناصر حسین صاحب کے مکان کے سامنے رہتا تھا۔ وہاں سے دوبارہ مجھے اکیلا چھوڑ کر چلی آئیں۔ خیر اب شہر میں سجاد حسین کی بیوی کراچی جانے لگیں تو تمہاری اماں بھی اُٹھ کھڑی ہوئیں اور ہمیشہ کے لیے مجھے تنہا چھوڑ گئیں۔ خدا معلوم اُن پر کیا گزری سرحد پر روک لی گئیں۔ قانون کی حدوں میں جو کچھ بھی ہو...... اس سن میں ایسے مریض کو مارنا چاہا کہ پانی دینے والا بھی نہ ہو۔ بار بار فرماتی تھیں کہ اب مزہ مل جائے گا تنہائی کا۔ نہایت کرب و ایذا میں ہوں کیا کہوں۔ یگانہ۔''[۳۴]

اب یگانہ تھے اور انتظارِ مرگ۔ عمر کے آخری سالوں میں ان کے یہاں تمنائے مرگ کا مسلسل اظہار ملتا ہے۔ اقارب کے نام خطوط میں انہوں نے اپنی اس کیفیت کا بیان تواتر کے ساتھ کیا ہے۔ دیکھیے یگانہ کا خط بہ نام اپنے دیرینہ دوست مولوی الطاف حسین ''کئی سال سے دمہ کا مریض ہوں کئی بار موت قریب آ کر پلٹ گئی مر رہا ہوں مگر مرنہیں چکتا'' ۔[۳۵] یگانہ کا خط بہ نام آغا جان ''کیا کہوں مر رہا ہوں ہر تیسرے چوتھے مرنے لگتا ہوں مگر مرنہیں چکتا'' [۳۶] یگانہ کا خط بہ نام شہریار مرزا۔[۳۷] ''دن رات پڑا رہتا ہوں مگر موت پر کچھ اپنا بس نہیں چلتا'' ۔[۳۸] ان تمام خطوط میں یگانہ نالہ کی نارسائی کے شاکی نظر آتے ہیں۔ اسی موضوع پر ان کا ایک شعر ہے:

سانس لیتا ہوں تو آتی ہے صدائے بازگشت ‏ ‏ ‏ کوئی دن ہو گا کہ یہ نالہ رسا ہو جائے گا

ایسے میں دواؤں کا استعمال محض بیماری کی شدت سے ہونے والی تکلیف کو کم کرنے کے لیے تھا۔ شعلہ انہیں Mendaco کی شیشیاں بھیجتے رہے۔ یگانہ یونانی طریقۂ علاج کی طرف بھی متوجہ ہوئے۔ یگانہ کے زیرِ مطالعہ رہنے والے ''کلیاتِ صائب'' کی جلد

کے اوراق پر یگانہ کے زیرِ استعمال رہنے والے کچھ یونانی نسخہ جات درج ہیں۔

یگانہ کا تین اور چار فروری ۱۹۵۶ء کی درمیانی شب کو انتقال ہوا۔ بلند اقبال، یگانہ کے انتقال کے ایک دن بعد لکھنؤ پہنچیں۔ یگانہ کی خدمت پر مامور ملازم سیّد صاحب نے جو تفصیل انھیں بتائی اس کے مطابق دو بجے رات تک یگانہ کی حالت قدرے بہتر تھی۔ وہ بہت رات گئے تک انگیٹھی کے پاس بیٹھے آگ تاپتے رہے تھے۔ اسی روز رات آٹھ بجے دوائی کی پرچی ببا صاحب کو دی تھی کہ دوائی لیتے آئیں۔ یگانہ نے اُن سے تاریخ بھی دریافت کی تھی، پانوں کی ڈبیا یگانہ کے سرہانے دھری رہتی۔ کھانسی کا دورہ شدید ہوتا تو پان کھا لیتے۔ اس روز ذاکیہ بیگم (بیگم یگانہ کی بہن زوجہ شیخ نثار حسین والدہ شیخ انصار حسین، سابق چیئر مین شعبہ طبیعیات، کراچی یونیورسٹی) اور گھر کی خواتین اوّل شب ہی سے کسی رَتجگے کی تقریب میں گئی ہوئی تھیں۔ اس لیے پان بھی سرِ شام ہی بھیج دیئے گئے تھے۔ کمرے میں یگانہ کے علاوہ بباصاحب (یگانہ کے سسرالی عزیز) اور سیّد صاحب سوتے تھے۔ رات دو بجے یگانہ نے پانی مانگا۔ یگانہ کی آواز سن کر سیّد صاحب اور بباصاحب کی آنکھ کھل گئی۔ بباصاحب نے اُٹھ کر انھیں پانی پلایا اور سہارا دے کر پھر لٹا دیا اور خود بھی لیٹ گئے۔ کچھ ہی دیر بعد دونوں پھر غافل ہو گئے اس کے بعد ہی یگانہ کا دم نکلا۔ سیّد صاحب اور بباصاحب کی عادت تھی کہ ان میں سے کسی کی آنکھ کھلتی تو آواز دے کر یگانہ سے پوچھ لیتے تھے کہ انہیں کسی چیز کی طلب تو نہیں۔ اس شب ساڑھے تین بجے بباصاحب کی آنکھ کھلی تو انہوں نے حسبِ معمول پوچھا ''دولہا بھائی کچھ چاہیے'' کوئی جواب نہ پا کر بباصاحب اُٹھ بیٹھے لحاف اُٹھا کر غور سے دیکھا تو یگانہ ختم ہو چکے تھے۔ انہوں نے سیّد صاحب کو آواز دی اور بتایا کہ یگانہ کا انتقال ہو گیا ہے اور خود ذاکیہ بیگم کو بلانے چلے گئے۔ [۳۹]

اس رودادِ مرگ سے یگانہ کے کچھ شعر ذہن میں آتے ہیں:

نگاہ واپسیں ایسا نظارہ پھر کہاں ممکن تمام احباب کا بالیں سے ایک اِک کر کے ٹل جانا
کسے اُمید تھی ظالم کہ ہو گا خاتمہ بالخیر ترا کروٹ لوانا اور میرا دم نکل جانا
ہاں کٹ گئی شاید ترے دیوانے کی بیڑی پچھلے پہر آئی تھی کچھ آواز اِدھر بھی

یگانہ نے مرنے سے کچھ دن پہلے لکھنؤ کے ذمہ دار لوگوں کی موجودگی میں کلمہ پڑھا اور ان سے اپنے مسلمان ہونے کی شہادت لی۔ ضیا عظیم آبادی کے مطابق انھوں نے احتشام حسین اور مسعود حسن رضوی ادیب کی موجودگی میں کلمہ پڑھ کر دمِ مرگ اپنے مسلمان ہونے کا اقرار کیا۔ [۴۰] شعلہ نے اپنے مضمون ''یہ تیس برس کا قصہ ہے'' میں مرزا محمد تقی (بباصاحب) کے حوالے سے لکھا ہے کہ انتقال سے دو دن پہلے شام کے وقت یگانہ نے مرزا محمد تقی کی موجودگی میں کلمہ پڑھا۔ [۴۱] یگانہ کے کلمہ پڑھنے کی ایک روایت ان کے بھانجے پروفیسر ڈاکٹر شیخ انصار حسین نے اپنے مضمون ''میرزا یگانہ..... یادیں اور ملاقاتیں'' میں بیان کی ہے۔ جب یگانہ نے انتقال سے ایک شب قبل انصار حسین کی والدہ ذاکیہ بیگم، خالہ رافیہ بیگم اور بھاوج خورشید بشارت کی موجودگی میں فقہ جعفریہ کے مطابق کلمہ پڑھا اور کہا ''خدا کا شکر ہے یہ دنیا والے تو مجھے کافر، ملحد اور نہ جانے کیا کیا کہتے ہیں تم لوگ گواہ ہو کہ میں کس کلمے اور مسلک پر ساری عمر کاربند رہا''۔ [۴۲]

وفات کے بعد کفن دفن کا تمام انتظام نہایت خاموشی اور رازداری سے کیا گیا۔ منشی فضل حسین کی کربلا واقع تال کٹورہ میں قبر کے لیے زمین حاصل کی گئی۔ روزنامہ 'قومی آواز' لکھنؤ کی خبر کے مطابق جنازہ میں شرکت کرنے والوں کی تعداد بارہ تھی۔ [۴۳]

یگانہ کی وفات کے کچھ عرصہ کے بعد ان کی منجھلی صاحب زادی مریم بیگم نے پونہ سے آ کر اپنے والد کی قبر پختہ کرادی اور اس پر کتبہ نصب کرادیا جس کی عبارت[۴۴] کچھ یوں ہے۔

میرزا واجد حسین یگانہ چنگیزی لکھنوی
تاریخ پیدائش ۱۷ اکتوبر ۱۸۸۴ء
تاریخ وفات ۴ فروری ۱۹۵۶ء

خود پرستی کیجیے یا حق پرستی کیجیے
آہ کس دن کے لیے ناحق پرستی کیجیے

حواشی وتعلیقات

۱۔ یگانہ ۲۷ ذی الحجہ ۱۳۰۱ھ بہ مطابق ۱۷/اکتوبر ۱۸۸۴ء کو جمعہ کے دن عظیم آباد (پٹنہ) میں پیدا ہوئے ان کا اصل نام مرزا واجد حسین اور تاریخی نام مرزا فضل علی بیگ تھا (''آیات وجدانی'' (دیباچہ)، شیخ مبارک علی تاجر کتب، لاہور، باراوّل ۱۹۲۷ء، ص ۶)

۲۔ حکیم مرزا محمد شفیع شیرازی، یگانہ کے خسر، لکھنؤ کے محلّہ شاہ گنج کے رہنے والے تھے۔ لکھنؤ کے صاحب علم لوگوں میں ان کا شمار ہوتا تھا۔ وہ ادبی حوالے سے بھی معروف تھے۔ جس سال یگانہ ان کی دامادی میں آئے اسی سال مطبع نول کشور، لکھنو نے ان کی مرتب کردہ مشہور زمانہ کتاب ''مباحثہ گلزار نسیم یعنی معرکہ چکبست وشرر'' شائع کی، جس کے ساتھ مثنوی گلزار نسیم، کا مکمل متن بھی تھا۔ (مشفق خواجہ ۲۰۰۳ء، ''کلیات یگانہ''، اکادمی بازیافت، کراچی، ص ۴۷)

۳۔ یگانہ کی اہلیہ کا نام کنیز حسین تھا جو اپنے نام سے کم اور یگانہ بیگم کے نام سے زیادہ پہچانی جاتی ہیں۔ یہ نام انھیں یگانہ نے دیا تھا اور وہ اپنی کتب، مضامین اور خطوط میں یہی نام لکھتے تھے۔

۴۔ ضیا عظیم آبادی ۱۹۸۰ء، ''میرزا یگانہ چنگیزی، حیات اور شاعری''، اردو پبلشرز، لکھنؤ، ص ۱۳

۵۔ تفصیل کے لیے دیکھیے:

۱) امیر حسین نورانی ۱۹۹۵ء، ''سوانح منشی نولکشور''، خدا بخش لائبریری پٹنہ، ص ۱۴۳

۲) نور الحسن ہاشمی، ڈاکٹر ۱۹۸۰ء ''منشی نولکشور کا مطبع''، ماہنامہ نیا دور، لکھنؤ، نومبر، دسمبر ۱۹۸۰ء، ص ۶۳

''اول الذکر میں ''اودھ اخبار'' کے آخری دور کے مدیروں میں یگانہ کا نام بھی شامل ہے اور ثانی الذکر میں ''اودھ اخبار'' کے ایڈیٹروں کی مکمل فہرست دی گئی ہے اس فہرست میں بھی یگانہ کا ذکر کیا گیا ہے علاوہ ازیں ہریانہ سے شائع ہونے والے ادبی رسالے ماہنامہ ''تعمیر'' کے منشی نولکشور نمبر بابت اگست ۱۹۷۹ء صفحہ ۲۲ پر میں مدیران ''اودھ اخبار'' کی فہرست کو ایک چوکھٹے

میں اس طرح درج کیا گیا ہے، ''مدیران اودھ اخبار از ۱۸۵۸ء تا ۱۹۵۱ء، اس کے ناموروں اور لائق ایڈیٹروں میں منشی غلام بخش خاں تپش، منشی امیر اللہ تسلیم، منشی ہادی علی اشک، قدر بلگرامی (شاگرد مرزا غالب) مولانا عبدالمجید سحر کاکوروی، پنڈت رتن ناتھ سرشار، نسیم دہلوی، مولانا عبدالحلیم شرر لکھنوی، مفتی فخرالدین فخر، میرزا حیرت دہلوی، شیو پرشاد، سید امجد علی اشہری، منشی احمد علی کامل، نوبت رائے نظر، دوارکا پرشاد افق، دیبی پرشاد سحر، بشن نرائن در، مرزا یاس یگانہ چنگیزی، مرزا فدا حسین، پیارے لال شاکر میرٹھی، امید امیٹھوی، منشی پریم چند، مرزا عسکری، مولانا عبدالباری لکھنوی، شوکت تھانوی، امین سلونوی اور قاضی نصیرالدین شامل تھے۔ (سید جالب دہلوی، دین دیا ماتھر بھی ایڈیٹر رہے''،

مشفق خواجہ نے یگانہ کے سوانحی خاکہ میں خیال ظاہر کیا ہے کہ ''یگانہ'' کو ''اودھ اخبار'' میں ملازمت اپنے خسر حکیم مرزا محمد شفیع شیرازی کے ذریعے ملی ہوگی، جن کے نول کشور پریس والوں سے گہرے تعلقات تھے۔'' (کلیات یگانہ ص ۴۹)

۶۔ مشفق خواجہ ۲۰۰۳ء، ''کلیات یگانہ''، اکادمی بازیافت، کراچی، ص ۴۷

۷۔ ایضاً، ص ۵۶

۸۔ یگانہ بنام شعلہ محررہ ۸ جون ۱۹۴۹ء، ''تخلیقی ادب''، شمارہ ۲۵، کراچی، ۱۹۸۰ء

۹۔ ''تخلیقی ادب''، شمارہ ۲، کراچی، ۱۹۸۰ء

۱۰۔ یگانہ بنام شعلہ محررہ ۲۶ ستمبر ۱۹۴۶ء مخزونہ نیشنل میوزیم نمبر کراچی ۱۹۶۳/۲۱۵ یگانہ لکھتے ہیں ''اب مجھے لکھنؤ جانا چاہیے وہاں پہنچ کر تین، مہینے آرام لینے کے بعد میرا قیاس ہے کہ تم پر جو ماہانہ اخراجات کا بوجھ ۱۹۴۳ء سے پڑ رہا ہے وہ شاید بالکل ہلکا تو نہ ہوگا البتہ پچاس سے گھٹ کر تیس روپے ہو جائیں گے۔ یہ میرا ذہنی تخمینہ ہے الغرض ذرا ہمت کر کے مجھے لکھنؤ پہنچا دو۔''

۱۱۔ یگانہ بنام بلند اقبال بیگم محررہ ۲۹ مئی ۱۹۵۰ء، غیر مطبوعہ خط مملوکہ بلند اقبال بیگم

۱۲۔ رضا، کالی داس گپتا، ۱۹۷۶ء، ''مکتوبات جوش ملسیانی بہ نام کالی داس گپتا رضا''، مطبوعہ وِل پبلی کیشنز، بمبئی، صفحہ ۱۱۰۔۱۱۱

۱۳۔ یگانہ بہ نام من موہن تلخ، محررہ ۱۷ دسمبر ۱۹۵۳ء، (مخزونہ نیشنل میوزیم کراچی نمبر ۲۷/ ۲۱۴۔۱۹۶۳ء)

۱۴۔ محررہ ۱۹ جنوری ۱۹۵۴ء، ''ساقی'' کراچی، جولائی ۱۹۵۵ء صفحہ ۳۸

۱۵۔ محررہ ۱۹ دسمبر ۱۹۵۴ء 'نقوش' لاہور (خطوط نمبر) صفحہ ۲۵۲، مذکورہ خط تخلیقی ادب (۲) کراچی میں صفحہ ۵۲۵ پر بہ نام شعلہ شائع ہوا ہے۔

اصل خط نیشنل میوزیم پاکستان کراچی میں موجود ہے۔ (مخزونہ نیشنل میوزیم کراچی نمبر ۳/ ۲۱۴-۱۹۶۳ء)

۱۶۔ صفحہ ۱۳۵، محررہ ۱۲ جولائی ۱۹۵۶ء، ''مکتوبات جوش ملسیانی بہ نام کالی داس گپتا رضا''

۱۷۔ ۳۱ مارچ ۱۹۵۳ء کا واقعہ ہے، یگانہ کی غیر متوازن دماغی حالت نے بالآخر رنگ دکھایا انھوں نے اپنے ایک خط بہ نام نیاز فتح پوری میں چند ایسی رباعیاں لکھیں جن سے ہندوستان کی مسلم رعیت کے مذہبی جذبات بری طرح مجروح ہوئے جس کے نتیجے میں یگانہ کی سربازار تذلیل کا واقعہ رونما ہوا۔ نیاز نے اس خط کو مطالعہ کی غرض سے مولانا عبدالماجد دریا آبادی (۱۸۹۳-۱۹۷۷) کو دکھایا جو اس وقت لکھنؤ سے اپنا ذاتی ہفتہ وار اخبار ''صدق جدید'' نکالتے تھے۔ 'صدق جدید' ان دنوں نیاز فتح

پوری کے مطبع سے چھپتا تھا- مولانا دریا آبادی نے یگانہ کے خط کے نزاعی حصوں کو مشتہر کر دیا اور اس پر ''صدقِ جدید'' کی ۲۷ مارچ ۱۹۵۳ء کی اشاعت میں بہت سخت اداریہ لکھا اور یگانہ پر ایک طویل فردِ جرم عاید کی جس میں یگانہ کا بہاری ہونا اور مدت سے لکھنؤ پر مسلط ہونا، مرزا غالب اور عزیز لکھنوی کے خلاف مسلسل خرافات شائع کرنا، اقبال کے خلاف زہر اگلنا، اپنا نسب نامہ چنگیز خاں جہاں سوز سے جوڑنا اور دریدہ دہنی جیسے الزامات شامل تھے۔ مولانا دریا آبادی نے مندرجہ بالا وہ تمام اسباب ایک ایک کر کے گنا دیے تھے جن کی بنا پر اہلِ لکھنؤ گذشتہ نصف صدی سے یگانہ کی مخالفت کرتے چلے آ رہے تھے۔ گلے روز اخبار 'سرفراز' لکھنؤ جس کی مالی معاونت نواب رام پور کرتے تھے، نے 'صدقِ جدید' کا اداریہ لفظ بہ لفظ نقل کیا اور یہ اضافہ بھی کیا کہ ''اگر کسی غیر مسلم کی طرف سے یہ دریدہ دہنی کی جاتی تو مسلمان ایک ہنگامہ برپا کر دیتے- دیکھنا یہ ہے کہ وہ ایک مسلمان کی ایسی ملحدانہ تحریر پر کیا کارروائی عمل میں لاتے ہیں۔'' (بہ حوالہ راہی معصوم رضا کی کتاب ''یاس یگانہ چنگیزی''، شاہین پبلشرز الہ آباد، اگست ۱۹۶۷ء، ص۵۴)

اخبارات کے اداریوں، اپیلوں اور مہم کا خاطر خواہ نتیجہ برآمد ہوا۔ ۳۱ مارچ کی صبح ایک جمِ غفیر نے یگانہ کے مکان واقع منصور نگر پر دھاوا بول دیا اور انہیں زبردستی پکڑ کر تارکول سے منہ کالا کر کے اور گلے میں جوتیوں کا ہار پہنا کر جلوس کے ساتھ چلنے پر مجبور کیا۔ مجمع اپنے ساتھ ایک گدھا بھی لایا تھا جس پر ان کو بٹھانے کی کوشش کی گئی لیکن جب گدھا ان کو لے کر آگے نہ بڑھا تو انہیں پیدل چلایا گیا- جلوس انہیں منصور نگر، کشمیری محلّہ، چوک اور نخاس کی سڑکوں پر گھماتا پھرا۔ اس دوران جلوس مسلسل نعرے بازی کرتا رہا۔ نخاس پہنچ کر یگانہ کو ایک رکشا پر بٹھایا گیا جس کو گدھا کھینچ رہا تھا اور جلوس نادان محل ہوتا ہوا امین آباد کی طرف چلا۔ جلوس زیادہ تر لڑکوں پر مشتمل تھا جو نعرے لگا رہے تھے اور یگانہ کو گالیاں دے رہے تھے۔ لوگ اکثر ان کے منہ پر تھوکتے بھی تھے- جلوس کے آگے ایک ڈھنڈورچی ڈھول پیٹ کر لوگوں کی توجہ ان کی طرف مبذول کرا رہا تھا۔ یگانہ کو جلوس کے پنجہ سے پولیس نے کوئی ایک گھنٹہ کے بعد اس وقت نجات دلائی جب جلوس مولوی گنج سے گزر رہا تھا۔ (مذکورہ تمام تفصیل راقم نے لکھنؤ کے روزنامہ اخبار ''قومی'' آواز (یکم اپریل ۱۹۵۳ء، صبح ایڈیشن) کی تین کالمی خبر سے اخذ کی ہے راقم کے پاس اخبار مذکور کی نقل موجود ہے)۔

اسی واقعہ کے حوالے سے مشفق خواجہ لکھتے ہیں ''۱۹۵۳ء آیا تو یہ یگانہ کی زندگی کا بدترین سال تھا۔ بڑھاپے، تنہائی اور مسلسل بیماری نے یگانہ کی ذہنی صحت کو بھی متاثر کیا۔ اسی متزلزل ذہنی کیفیت میں انھوں نے کچھ قابلِ اعتراض رباعیاں لکھیں اور مختلف اخبارات کو بھیج دیں۔ ایک ہفتہ وار اخبار [''صدقِ جدید''، لکھنؤ] نے یگانہ کی قابلِ اعتراض رباعیاں جزواً شائع کر دیں اور سخت مذمتی اداریہ لکھا۔ ایک روزنامے [''روزنامہ سرفراز''، لکھنؤ] نے اس معاملے کو اچھالا جس کا نہایت افسوس ناک نتیجہ نکلا۔ ۷۰ سالہ بوڑھے اور بیمار شخص کو جس کی ذہنی حالت درست نہیں تھی، سرِ بازار رسوا کیا گیا۔ پولیس کی مداخلت سے جان بچ گئی ورنہ رُسوا کرنے والوں نے معاملے کو آخری حد تک پہنچانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی (کلیاتِ یگانہ، ص۹)۔

۱۸۔ محررہ ۱۸ جولائی ۱۹۵۳ء، مخزونہ نیشنل میوزیم، کراچی، نمبر ۳/۷۲۱۵-۱۹۶۳ء

۱۹۔ محررہ ۱۳ فروری ۱۹۵۴ء، مخزونہ نیشنل میوزیم، کراچی، نمبر ۹۷/۲۱۵-۱۹۶۳ء
۲۰۔ محررہ ۲۸ مارچ ۱۹۵۴ء، ''تخلیقی ادب''، شمارہ ۲، کراچی، ص ۵۱۸
۲۱۔ یگانہ بہ نام آغا جان محررہ ۲۳ ستمبر ۱۹۵۵ء، مشمولہ ''نقوش''، لاہور (خطوط نمبر)، ص ۲۰۰
۲۲۔ محررہ ۲۴ جون ۱۹۵۴ء، مخزونہ نیشنل میوزیم کراچی نمبر ۶۲/۲۱۵۔۱۹۶۳ء
۲۳۔ نیر مسعود، ڈاکٹر، ۱۹۸۵ء ''یگانہ کے معرکے'' مشمولہ ''شاعر''، بمبئی، صفحہ ۸۷
۲۴۔ بلند اقبال بیگم سے راقم کی ملاقات بہ تاریخ ۱۰ نومبر ۱۹۸۴ء، بمقام بلند اقبال کی صاحب زادی شہناز اقبال کی رہائش گاہ واقع ناظم آباد، کراچی
۲۵۔ محمد طفیل، ۱۹۷۰ء، ''جناب''، ادارہ فروغ اردو، لاہور، صفحہ ۱۴۷
۲۶۔ محررہ ۱۹ دسمبر ۱۹۵۴ء، ''نقوش'' لاہور (خطوط نمبر)، صفحہ ۲۵۳
۲۷۔ بلند اقبال بیگم سے راقم کی ملاقات بہ تاریخ ۱۰ نومبر ۱۹۸۴ء بمقام بلند اقبال کی صاحب زادی شہناز اقبال کی رہائش گاہ واقع ناظم آباد، کراچی
۲۸۔ 'نقوش' لاہور (خطوط نمبر)، صفحہ ۲۰۰
۲۹۔ ڈاکٹر طاہر تونسوی ''مسعود حسن رضوی ادیب، حیات اور کارنامے''، مقالہ برائے پی ایچ ڈی (ٹائپ مسودہ) ص ۹۷
۳۰۔ نیر مسعود، ڈاکٹر، بہ نام راقم بہ تاریخ ۷ اپریل ۱۹۸۶ء
۳۱۔ دو ماہی ''اکادمی''، لکھنؤ، جنوری، فروری ۱۹۸۵ء، صفحہ ۳۵
۳۲۔ نیر مسعود، ڈاکٹر، ۱۹۸۵ء، ''خطوط مشاہیر بہ نام مسعود حسن رضوی ادیب''، اُتر پردیش، اُردو اکادمی، لکھنؤ، صفحہ ۴۵۲
۳۳۔ محررہ ۹ ستمبر ۱۹۵۵، مخزونہ نیشنل میوزیم کراچی نمبر ۲۳/۲۱۵۔۱۹۶۳ء
۳۴۔ محررہ ۲۳ ستمبر ۱۹۵۵ء، 'نقوش' لاہور (خطوط نمبر) صفحہ ۲۰۰
۳۵۔ محررہ ۳ جولائی ۱۹۵۴ء　　ایضاً،　　صفحہ ۲۵۳
۳۶۔ محررہ ۱۱ ستمبر ۱۹۵۵ء　　ایضاً،　　صفحہ ۲۵۴
۳۷۔ یگانہ کے داماد، بلند اقبال کے شوہر
۳۸۔ غیر مطبوعہ مکتوب محررہ ۸/اکتوبر ۱۹۵۵ء، مملوکہ بلند اقبال بیگم
۳۹۔ بلند اقبال بیگم سے راقم کی ملاقات بہ تاریخ ۱۰ نومبر ۱۹۸۴ء، بمقام بلند اقبال بیگم کی صاحب زادی شہناز اقبال کی رہائش گاہ واقع ناظم آباد، کراچی
۴۰۔ ضیا عظیم آبادی ۱۹۸۰ء، ''مرزا یگانہ چنگیزی، حیات اور شاعری''، اُردو پبلشرز، لکھنؤ، صفحہ ۴۹، اس امر کی تائید مالک رام کے خط (محررہ ۷ ستمبر ۱۹۸۴ء) بہ نام راقم سے بھی ہوتی ہے۔
۴۱۔ 'تخلیقی ادب' شمارہ ۲، کراچی، صفحہ ۴۳۳

۴۲۔ ایضاً،صفحہ ۴۱۷۔۴۱۸

۴۳۔ اشاعت بتاریخ ۶ فروری ۱۹۵۶ء؛ یگانہ کی وفات پر چند مضامین بھی شائع ہوئے، تفصیل درج ذیل ہے:۔

(۱) طاہر جمیل، فروری ۱۹۵۶ء، ''مرزا یاس یگانہ چنگیزی''، مطبوعہ روز نامہ جنگ کراچی

(۲) اعجاز صدیقی، مارچ ۱۹۵۶ء ''آہ یگانہ چنگیزی''، مطبوعہ شاعر بمبئی

(۳) آغا جان (ابن یگانہ)، مارچ ۱۹۵۶ء، ''یگانہ کا دور آخریں''، مطبوعہ سیارہ، کراچی

علاوہ ازیں من موہن تلخ کے دو قطعات 'ساقی' کراچی، مارچ ۱۹۵۶ء، (ص ۲۴) میں شائع ہوئے۔

اے جور جہاں مرگ یگانہ کی ہے بات
یہ جیت ہے تیری نہ خودی کی ہے مات
آجا کہ نبرد آزما ہو لیں ہم بھی
ہو جائیں پھر اک بار ذرا دو دو ہات

بھارت سے تجھے پُر کرب عالم کی قسم
سوزِ غالب کی ، میر کے غم کی قسم
ہر لفظ سے مرگ یاس پر خوں ٹپکے
اے اردو تجھ کو اپنے دم خم کی قسم

۴۴۔ یگانہ کے کتبۂ قبر کی عبارت ڈاکٹر نیر مسعود نے راقم کے نام اپنے مکتوب محررہ ۱۳ جولائی ۱۹۸۸ء میں نقل کر کے بھجوائی۔

Abstract

Yagana was a hermit poet in history of Urdu poetry. His life was full of struggle. He wandered city to city in search of employment. In the last years of his life government of India granted him hundred rupees per month as a living allowance in those days. His wife was in Pakistan so he tried hard that she should stay with him at Lucknow. He succeeded to do so but due to his mental abnormality, she could not stay with him and returned back to Pakistan. In last days of his life Yagana lived in the house of his friend Professor Masood Hassan Rizvi Adeeb but one rainy night he left that place and came to the house of his brother-in-Law, where he died at the midnight of third and fourth February 1956.

فہرست

کتب خانۂ سردار الحکما نواب فیلسوف جنگ مرحوم

مرتبہ

ابو یوسف مولوی احمد محی الدین حسین فاروقی

مددگار ناظم جنگلات

حسب فرمایش مولوی سید محمد حسین صاحب خلف اکبر

مرحوم موصوف

مطبوعہ مطبع شمسی حیدرآباد دکن